UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 2 | Issue 2 |Jan-June 2019
DOI: 10.33195/uochjrs-v2i(4)1212019

اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کی عبادت گاہیں اور مذہبی آزادی: فقہ السیرۃ کے تناظر میں تحقیقی مطالعہ

The Places of Worship of the Non-Muslims and their Religious Independence in an Islāmic State: A Review in the Light of Seera'h

Dr. Muḥammad Manshā Ṭayyab
Lecturer, Govt. Degree College, Phool Nagār, Lāhore, Pākistān
Email: manshat@gmail.com

Yāsir Farooq
.Lecturer, Govt. Municipal Degree College, Faisalabād, Pākistān
Email: yasirfarooq797@gmail.com
DOI: 10.33195/uochjrs-v2i(4)1212019

Abstract:

Islāmic society, which is based on justice and peace, grants all rights to each community living in its legal and juridical limits. It has been observed in the holy era that non-Muslims were given the right of building their temples and were also allowed to worship according to their religious instructions. The holy prophet (SAW) permitted them to practice their religious customs in their localities as they wished but conforming to certain limits imposed by Shari'āh in different agreements like the Charter of Madinā etc. However, Muslims living in multi-cultural and multi religions societies raise the question whether the non-Muslims should be allowed to practice these things? The classical Muslim scholars find it a debatable issue. They do not seem to be in favour of granting them permission without setting conditions in the light of Islāmic teachings. There is a second opinion which allows a Muslim state to grant non-Muslims their religious liberty and permit them to build their temples in their areas. This article deals with both of these conflicting views and authenticates the correct one in the light of Seera'h al Nabī (SAW).

Keywords: *Temples, Liberty, non-Muslims, Madinā Charter*

تعارف

شریعتِ اسلامیہ میں مسلم ریاست کے غیر مسلم شہریوں کے حقوق مسلم شہریوں کی طرح ہی ہیں، بحیثیت انسان اِن میں کوئی فرق نہیں۔ ایک اِسلامی ریاست میں آباد غیر مسلم اَقلیتوں کی عزت اور جان ومال کی حفاظت کرنا مسلمانوں پر بالعموم اور اِسلامی ریاست پر بالخصوص فرض ہے۔

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 2 | Issue 2 |Jan-June 2019
DOI: 10.33195/uochjrs-v2i(4)1212019

کچھ عرصہ سے بعض اسباب ووجوہ کی بنا پر اسلام کے خلاف فکری یلغار میں جو شدت آئی ہے، اس سے یہ مسئلہ بھی بحث و نظر کا موضوع بنا ہے کہ اسلام دیگر مذاہب کے پیروکاروں کے حق میں نرم گوشہ نہیں رکھتا بلکہ ان کی مذہبی آزادی کے باب میں تشدد و تعصب کا علمبردار ہے، انٹرنیشنل میڈیا بالخصوص اس تاثر کو پھیلانے میں سرگرم عمل ہے فی زمانہ مسلم ریاستیں غیر مسلموں کو تحفظ دینے میں ناکام ہیں اور اسلامی مملکتوں میں غیر مسلم افراد کو دوسرے درجے کے شہری تصور کیا جاتا ہے اور انہیں اپنے عقیدہ و مذہب کے مطابق زندگی گزارنے میں مشکلات کا سامنا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کسی بھی دور میں اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کے ساتھ کوئی ناروا سلوک روا نہیں رکھا گیا، بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیروکاروں کو ایسی ہدایات عطا فرمائیں جن سے اقلیتوں کے ہر طرح کے حقوق کے تحفظ کی ضمانت ملتی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا یہی پہلو ہمارے پیش نظر مقالے کا موضوع ہے :

اسلامی ریاست کا تصور اور اس کی بنیادیں

موجودہ دور میں اسلامی ریاست کی اصطلاح دو معانی میں مستعمل ہے، پہلے مفہوم کے مطابق اسلامی ریاست سے مراد وہ ریاست ہے جہاں شریعت کو بالادستی حاصل ہو۔ قدیم و جدید مسلم مفکرین اور فقہاء کے ہاں اسلامی ریاست کی یہی تعریف یا مفہوم مروج اور مستعمل ہے جبکہ دوسرا مفہوم وہ ہے جو بین الاقوامی دنیا اور اداروں نے بالعموم اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ ہر وہ ریاست اسلامی ریاست ہے جہاں آبادی کی اکثریت مسلمان ہو۔ اس مفہوم کے اعتبار سے اسلامی کانفرنس کی تنظیم کے ہر رکن ملک کو اسلامی یا مسلمان ریاست کہا جاتا ہے۔ ہمارے قدیم فقہاء کے ہاں ریاست کی جو تعریف ملتی ہے اس میں فقط مسلم آبادی کے ملک کو اسلامی ریاست نہیں سمجھا گیا بلکہ اس میں نفاذِ اسلام کی بنیاد پر کسی بھی ریاست کو اسلامی ریاست یا دارالاسلام قرار دیا گیا ہے۔

سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تفصیلی مطالعہ یہ واضح کرتا ہے کہ اسلامی ریاست چند بنیادی اصولوں (ستونوں) پر قائم ہوتی ہے اور مدینہ ہی میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم کردہ پہلی اسلامی ریاست کی تشکیل میں یہی بنیادی اصول بدرجہ اتم کار فرما تھے۔ اگر کوئی ریاست ان اصولوں کو ان کی بنیادی روح کے مطابق سرانجام دے رہی ہو تو وہ ریاست مکمل اسلامی ریاست ہو گی۔ اسلامی ریاست کی ان بنیادوں میں اہم ترین بنیادیں حاکمیت الٰہیہ، اطاعتِ رسول، معاملات میں مشاورت، لوگوں میں قیامِ عدل اور مساوات ہیں، ان خصوصیات اور بنیادی صفات کے بغیر اسلامی ریاست کا تصور ممکن نہیں۔ مختلف اسلامی مفکرین کے ذکر کردہ اسلامی ریاست کی بنیادوں پر مبنی لٹریچر کو بنظرِ غائر دیکھنے سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ ان کے ہاں وہی ریاست اسلامی ریاست کہلائے گی

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 2 | Issue 2 |Jan-June 2019
DOI: 10.33195/uochjrs-v2i(4)1212019

جس میں اسلام کے یہ احکامات نافذ ہوں گے۔

عصرِ حاضر میں اسلامی ریاست اور اس میں بسنے والے غیر مسلموں کے مذہبی حقوق کے تصور کی درست تفہیم کے لیے مذکورہ بحث کے دیگر پہلوؤں پر نظر ڈالنے کی بھی ضرورت ہے۔ اسلامی ریاست اور غیر اسلامی ریاست میں فرق اور دیگر تفصیلات کے لیے ہمارے علماء اور مفکرین نے دارالاسلام اور دارالحرب جیسی اصطلاحات استعمال کی ہیں لیکن عصرِ حاضر میں مختلف سماجی اور سیاسی عوامل کے نتیجے میں مخلوط معاشرے یا قومی ریاستیں وجود میں آرہی ہیں جس وجہ سے زیرِ بحث مسئلہ کو ایک الگ زاویہ نظر سے دیکھنے کی ضروت محسوس ہوتی ہے۔ عصرِ حاضر میں تشکیل پانے والی قومی ریاستیں اور مشترک سماج ایک حد تک دارالاسلام اور دارلحرب کے عمومی تصور سے مختلف کیفیات کے حامل ہیں۔ قدیم اسلامی ریاستوں یا دارالاسلام کے غیر مسلم شہری مفتوحین، معاہدین یا مستامنین کے عنوان سے اسلامی ریاست کے شہری شمار ہوتے تھے لیکن موجودہ قومی ریاستوں میں انھیں ایک حد تک برابر کا شہری تصور کیا جاتا ہے اور انھیں دفاع وطن سے لے کر اعلی ترین عہدوں تک رسائی حاصل ہے مزید یہ کہ اقوامِ متحدہ اور دیگر عالمی اداروں کے چارٹر ایسی ریاستوں کو پابند کرتے ہیں کہ وہ تمام لوگوں کو مذہبی آزادیاں عطا کریں۔ ان مذہبی آزادیوں میں تبدیل مذہب کی آزادی سے لے کر تبلیغ دین کی اجازت شامل ہے۔ فی زمانہ دنیا کے بیشتر ممالک بین الاقوامی معاہدوں کے بندھن میں بندھے ہوئے ہیں۔ یہ تفصیلات اور یہ حالات اس موضوع پر از سرِ نو غور و فکر کا مطالبہ کرتے ہیں۔ ہمارے پیشِ یہی بات ہے کہ ہم عصرِ حاضر کے ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم کردہ اولین اسلامی ریاستِ مدینہ سے وہ ہدایات اخذ کریں جو اسلامی ممالک میں غیر مسلموں کے لیے مذہبی آزادی کی بنیاد ہیں۔

اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کے لیے تعمیر معابد کی آزادی:

نبی اکرم کی بعثت کے بعد روئے زمین پر جس پر امن ترین معاشرے کا قیام ممکن ہوا، اس معاشرے کی نمایاں خوبیوں میں سے ایک خوبی رواداری بھی ہے۔ اس معاشرے کو اس حوالے سے منفرد حیثیت حاصل ہے کہ اسلام کی نظریاتی مملکت میں غیر مسلم اقلیتوں کے جان و مال اور آبرو کو ہی مکمل تحفظ نہیں دیا گیا بلکہ اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کو مکمل مذہبی آزادی بھی دی گئی اور اس رواداری، تحمل و بردباری کی عملی مثال پیش کی گئی جو اسلامی فلسفہ حیات کا بنیادی لازمہ ہے۔

نبی اکرمؐ کی سیرت سے ایسے متعدد معاہدوں کا ثبوت ملتا ہے جن میں آپؐ نے بطور اسلامی ریاست کے فرمانروا غیر مسلموں کو مکمل مذہبی آزادی عطا فرمائی تھی۔ کسی بھی اسلامی حکومت کے لیے وہ سب معاہدے اقلیتی

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 2 | Issue 2 |Jan-June 2019
DOI: 10.33195/uochjrs-v2i(4)1212019

امور کے قوانین کا ماخذ ہیں اور انہی معاہدات سے ہمیں اقلیتوں اور غیر مسلم عوام کے لیے وہ ہدایات ملتی ہیں جو ان کی مذہبی آزادی کی ضمانت دیتی ہیں۔ ہم ذیل میں چند معاہدات سے متعلقہ متن نقل کرتے ہیں تاکہ تفصیلات کھل کر سامنے آسکیں۔

میثاق مدینہ:

کسی قوت کے بغیر دنیا کی تاریخ میں شاید ہی کہیں کسی ریاست کا قیام ممکن ہوا ہو لیکن یہ تاریخ کی کتنی بڑی حقیقت ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نظریاتی ریاست کو قائم فرمایا اور پھر خاص بات یہ ہے کہ قیام ریاست کا یہ مقصد آپ نے کسی طاقت و تشدد یا ظلم و جبر کے بل بوتے پر حاصل نہیں کیا بلکہ محض ایک نوشتہ کے ذریعے حاصل کیا تھا۔ جس میں ریاست کے حکمران اور اس کی رعایا کے حقوق و فرائض اور دیگر فوری ضروریات کا تفصیلی ذکر ہے۔ اس نوشتہ کو میثاق مدینہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس دستاویز کے مطالعے سے پتا چلتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں مذاہب کا کس قدر احترام تھا، میثاق مدینہ میں نہ صرف ریاست مدینہ کے شہریوں کے بنیادی حقوق کے تحفظ کی ضمانت دی گئی اور اس کے لئے باقاعدہ قانون و آئینی اقدامات وضع کئے گئے بلکہ ریاست مدینہ میں آباد اقلیتوں کے لئے بھی مذہبی آزادی کو یقینی بنایا گیا۔ اس نوشتے میں آپ نے واشگاف الفاظ میں یہود کو ان کی مذہبی آزادی کے تحفظ کی ضمانت دی تھی، تاہم بطور ایک ذمہ دار شہری کے ریاست مدینہ میں آباد اقلیتوں سے اس پابندی کا اقرار لیا گیا کہ وہ آئین کی پابندی کریں گے اور کسی طور بھی آئین اور دستور کی خلاف ورزی یا معاشرہ میں فتنہ پروری کا باعث نہیں بنیں گے۔ میثاق مدینہ کی مذکورہ شق کے الفاظ درج ذیل ہیں

> **"وإن يهود بني عوف أمة مع المومنين لليهود دينهم وللمسلمين دينهم مواليهم و أنفسهم الا من ظلم و اثم فانه لا يوقع الا نفسه و أهل بيته".[1]**
>
> (ترجمہ): اور بنی عوف کے یہودی، مومنین کے ساتھ ایک سیاسی وحدت تسلیم کئے جاتے ہیں یہودیوں کے لئے ان کا دین اور مسلمانوں کے لئے ان کا دین موالی ہوں یا اصل، ہاں جو ظلم یا عہد شکنی کا ارتکاب کرے تو اس کی ذات یا گھرانے کے سوا کوئی مصیبت میں نہیں پڑے گا۔

مزید طے پایا کہ مذہبی آزادی کے اس تحفظ کو کسی ایک طبقہ کے ساتھ مخصوص نہ کیا جائے بلکہ ریاست مدینہ میں آباد یہود قبائل، بشمول بنی نجار، بنی الحارث، بنی ساعدہ، بنی جشم، بنی الاوس، بنی ثعلبہ، سب کا فرداً فرداً تذکرہ کیا گیا کہ تمام یہودی قبائل کو مذہبی آزادی کا آئینی تحفظ حاصل ہو گا۔[2]

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 2 | Issue 2 |Jan-June 2019
DOI: 10.33195/uochjrs-v2i(4)1212019

اہلِ ایلہ کے لیے امان نامہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن اقوام کو مذہبی امان نامے عطا کیے تھے ان میں ایک امان نامہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ ایلہ کو بھی عطا کیا تھا، جس کے الفاظ یہ تھے:

> **"هذه أمنة من الله ومحمد النبى رسول الله ليوحنا بن روبة و أهل إيله لسفنهم و لسيارتهم ولبحرهم ولبرهم".** [3]
>
> (ترجمہ): یہ امان نامہ اللہ اور اس کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یوحنہ بن روبہ اور اہلِ ایلہ کے لیے ہے جس میں ان کی کشتیوں، قافلوں، خشکی اور تری کے تمام لوگوں کے لیے امان ہے۔

اس امان نامے سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی ریاست کے فرماں روا کی حیثیت سے اہل ایلہ کو ہر طرح کی آزادی عطا فرمائی تھی اور ان پر کسی طرح کی کوئی پابندی نہیں لگائی تھی۔

اہلِ نجران کے لیے امان نامہ:

اسلامی ریاست میں بسنے والے غیر مسلم عوام کی مذہبی آزادی کے حوالے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ سے میثاق مدینہ کے بعد اہم ترین دستاویز اہل نجران کے لیے دیا گیا امان نامہ ہے۔ اہلِ نجران کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو امان نامہ عطا فرمایا تھا اس میں بڑی وضاحت کے ساتھ ان کی مذہبی آزادی کے تحفظ کی ضمانت دی گئی تھی۔ اس معاہدہ کی رو سے انہیں یہ یقین دہانی کروائی گئی کہ ان کے مذہب سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا۔ ان کے معابد کو قانونی تحفظ حاصل ہو گا۔ اہلِ نجران کے لیے امان نامے کو علامہ بلاذری، امام طبری، صاحب کتاب الخراج اور صاحب کتاب الاموال سمیت تقریباً تمام مؤرخین نے بالتفصیل ذکر کیا ہے۔ معاہدے کے الفاظ یہ ہیں:

> **"ولنجران وحاشيتها ذمة الله وذمة رسوله على دمائهم وأموالهم وملتهم وبيعهم، رهبانهم وأساقفتهم وشاهدهم وغائبهم وكل ماتحت أيديهم من قليل أو كثير ألا يغيروا أسقفاً من أسافقته ولا راهبا من رهبانه".** [4]
>
> (ترجمہ): اہلِ نجران اور ان کے حلیفوں کے لیے اللہ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے امان ہے۔ ان کی جانوں، ان کے مذہب، ان کی زمینوں، ان کے اموال، ان کی عبادت گاہوں، گرجاگھروں، راہبوں، ان کی عبادات گاہوں کے حقوق میں کوئی تبدیلی نہ کی جائے گی اور یہ بھی کہ ان کے

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 2 | Issue 2 |Jan-June 2019
DOI: 10.33195/uochjrs-v2i(4)1212019

کسی پادری راہب یا سردار کو اس کے عہدے سے نہ ہٹایا جائے گا۔

اس سے ملتے جلتے الفاظ کے ساتھ یہ عہد نامہ فتوح البلدان للعلامہ بلاذری میں بھی موجود ہے۔

ان معاہدات کے تفصیلی مطالعے سے یہ حقیقت کھل کے سامنے آتی ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی ریاست میں بسنے والے غیر مسلموں کو تعمیر معابد اور مراسم عبودیت کی ادائیگی سے لے کر ان کے مذہبی راہنماؤں تک کے تحفظ کی ضمانت دی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلفائے راشدین کے زمانے میں غیر مسلم مفتوحہ ممالک سے معاہدے کرتے وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رواداری کی پالیسی پر ہی عمل درآمد ہوتا رہا۔ خلفائے راشدین کے ادوار میں کیے گئے تمام معاہدوں میں عہدِ نبوی کی طرح مذہبی حقوق کے تحفظ کی پوری ضمانت موجود ہے۔

اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کے لیے مذہبی آزادی:

مذہبی آزادی اسلام کے بنیادی اصولوں میں سے ہے۔ اسلام دوسرے مذاہب کے لوگوں کو اپنے عقائد تبدیل کرنے یا اسلامی عقائد قبول کرنے کے لیے کوئی دباؤ نہیں ڈالتا بلکہ اسلام اس ضمن میں ہر طرح کے جبر اور اکراہ کی نفی کرتا ہے۔ قرآن مجید میں واضح طور پر اس بات کا اعلان کیا گیا ہے **"لا إكراه في الدين"**.[5] کہ دین میں کوئی زبردستی نہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اسلامی ریاست میں بسنے اور اس کی اطاعت قبول کرنے والے غیر مسلموں کی ایک بڑی تعداد تھی۔ آپ نے ان کے ساتھ عملاً جو برتاؤ کیا، ان کی جو قانونی حیثیت اور سماجی مقام اپنے طرز عمل سے متعین فرمایا، وہ شریعت کا قانون اور ہر اسلامی ریاست کے لیے رہنما پالیسی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ سے ہمیں یہی ہدایات ملتی ہیں کہ آپ نے غیر مسلموں کو اپنے مذہب پر برقرار رہنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی پوری آزادی دی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم کردہ ریاست مدینہ میں سے ایک بنیادی خصوصیت مذہبی آزادی بھی تھی۔ ریاستِ مدینہ میں مختلف مذاہب کے ماننے والے لوگ اقامت پذیر تھے اور ہر گروہ اپنے دین کے مطابق زندگی گزارنے میں آزاد تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے وسیع مطالعہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو کبھی کوئی ایسا حکم دیا جس سے کسی غیر مسلم کی مذہبی آزادی سلب ہوتی ہو اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عملاً کسی کے ساتھ ایسا برتاؤ کیا۔ مدینہ کے یہودیوں سے لے کر اہلِ نجران تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو اپنے مذہب کے مطابق زندگی گزارنے کی آزادی عطا فرمائی۔ نبی کریم کے عہدِ مبارک میں اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کی ایک بڑی تعداد بستی تھے۔ آپ

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 2 | Issue 2 |Jan-June 2019
DOI: 10.33195/uochjrs-v2i(4)1212019

صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ انتہائی مشفقانہ برتاؤ کیا۔ ان کو اپنے مذہب کے مطابق عبادت کرنے اور زندگی گزارنے کی مکمل اجازت تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ اسلامی ریاست کے غیر مسلم شہری نکاح و طلاق سے لے کر وراثت تک تمام عائلی قوانین میں اپنے مذہبی قوانین کے مطابق زندگی گزارنے کا پورا پورا حق رکھتے ہیں۔ جیسا کہ علاقہ 'ہجر' کے مجوسیوں کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طرزِ عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسلامی ریاست کے تابع تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جزیہ ادا کرتے تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے نکاح اور ازدواجی قوانین سے تعرض نہیں فرمایا حالانکہ یہ بات معلوم تھی کہ وہ اسلامی نقطہ نظر سے محرمات سے نکاح کو جائز سمجھتے تھے۔[6]

اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کے لیے مذہبی آزادی کی اس پالیسی پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی عمل ہوتا رہا، جس طرح خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں ہوتا تھا۔ سیدنا ابو بکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ کے دور میں بہت سے غیر مسلموں کو دیے جانے والے امان ناموں میں بکثرت مذہبی آزادی کی ضمانتیں موجود ہیں۔ اس ضمن میں اہل حیرہ سے معاہدہ قابل ذکر ہے۔[7]

اہل عانات سے معاہدہ[8] اہلِ قرقیساء سے معاہدہ[9] اہلِ دمشق سے معاہدہ[10] اہلِ قومس سے معاہدہ[11] اہلِ آذربائیجان سے معاہدہ[12] اہلِ ماہ بہرذاذان سے معاہدہ[13] اور اہلِ عین الشمس سے معاہدہ[14] خصوصیت کے ساتھ قابلِ ذکر ہیں۔ ان تمام معاہدات میں بہت صراحت کے ساتھ غیر مسلموں کو اس بات کی ضمانت دی گئی کہ وہ اسلامی ریاست میں رہتے ہوئے اپنے معابد تعمیر کرنے، اپنی عبادات کو بجالانے اور اپنی ذاتی زندگی کو مذہب کے مطابق گذارنے میں ہر طرح سے آزاد ہوں گے اور یہ تمام معاہدے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم کردہ ریاستِ مدینہ کی طرف سے کیے گئے تھے۔ اور ان تمام معاہدات کے لیے بنیادی نظیر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مدینہ کے یہود اور اہل نجران کو دی جانے والی مذہبی آزادی تھی۔

اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کے لیے مذہبی آزادی: فقہاء کے زاویہ نظر کا جائزہ

اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کی مذہبی آزادی کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور سیرت طیبہ کا مطالعہ پیش کرنے کے بعد ہم اس حوالے سے فقہاء کا نقطہ نگاہ پیش کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں تاکہ نوعیت مسئلہ اور درست موقف کھل کر سامنے آسکے کیونکہ فقہاء نے اس مسئلہ پر بہت تفصیلات فراہم کی ہیں اور ہر صاحب علم نے اس حوالے شریعت اسلامیہ کا موقف واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔

جس دور میں ہمارا کلاسیکی فقہی ذخیرہ مرتب ہوا، اس دور میں چونکہ اسلامی ریاست بہت وسیع ہو چکی تھی

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 2 | Issue 2 |Jan-June 2019
DOI: 10.33195/uochjrs-v2i(4)1212019

اور بہت سے غیر مسلم علاقے اور معاشرے صلح کے ذریعے یا جنگ کے نتیجے میں اسلامی ریاست کا حصہ بن چکے تھے، لہذا فقہائے کرام نے اسلامی ریاست کی مختلف النوع حیثیتوں کو سامنے رکھتے ہوئے اس موضوع پر اسی پیرائے میں اپنی آراء کا اظہار فرمایا ہے۔ ہم ذیل میں فقہاء کرام کا نقطہ نظر پیش کرتے ہیں۔

فقہائے اسلام نے زیر بحث مسئلہ کے حوالے سے اسلامی سلطنت کو حکومتی عملداری کے اعتبار سے تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

۱۔ وہ علاقے جو بزور طاقت مفتوح ہوئے۔

۲۔ وہ علاقے جو بصلح زیر نگیں آئے۔

۳۔ وہ شہر جنہیں آباد ہی مسلمانوں نے کیا ہو۔

وہ علاقے جو بزور مفتوح ہوئے اور مسلمانوں کے آباد کردہ شہر زیر بحث مسئلہ کے اعتبار سے فقہاء کے ہاں ایک ہی قسم میں شمار ہوتے ہیں۔ فقہاء اسلام نے دونوں علاقوں پر امصار المسلمین کے لفظ کا اطلاق کیا ہے۔ چنانچہ عملی اعتبار سے یہ تقسیم دو حصوں تک محدود ہو جاتی ہے۔ اب ذیل میں یہ تفصیل نقل کی جاتی ہے کہ سلطنت اسلامیہ کے ان دونوں حصوں میں تعمیر معابد کے کیا احکام ہیں۔

جمہور فقہاء کے ہاں مسلمانوں کے آباد کردہ شہروں اور بزور شمشیر مفتوح ہونے والے علاقوں میں غیر مسلم معابد کی تعمیر کی اجازت نہیں۔ **وإحداث الكيسة فى مصر من أمصار المسلمين ممنوع منه شرعا".**[15] یعنی مسلمانوں کے کسی شہر میں چرچ کی تعمیر شرعاً ممنوع ہے۔

امام ابن تیمیہؒ اس سلسلہ میں لکھتے ہیں:

> **"وقد اتفق المسلمون على أن ما بناه المسلمون من المدائن لم يكن لأهل الذمة أن يحدثوا فيها كنيسة۔".**[16]
>
> (ترجمہ): مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جو شہر مسلمانوں نے تعمیر کیے ہوں جیسے کہ مدائن ہے وہاں غیر مسلموں کو عبادت خانے تعمیر کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

مشہور شافعی فقیہ امام سبکیؒ لکھتے ہیں:

> **"ما فتح عنوة فان لم يكن فيها كنيسة أو كانت وانهدمت أو هدمها المسلمون وقت الفتح أو بعده فلا يجوز لهم بناءها۔".**[17]
>
> (ترجمہ): جو شہر بزور شمشیر فتح ہو اور وہاں کوئی غیر مسلم معبد نہ ہو یا معبد تو

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 2 | Issue 2 |Jan-June 2019
DOI: 10.33195/uochjrs-v2i(4)1212019

موجود تھا مگر منہدم ہو گیا یا بوقت فتح اسے مسلمانوں نے گرادیا ہو تو اسے دوبارہ تعمیر کرنا درست نہیں۔

اسی مفہوم کو حنفی فقیہ ابن الہمام نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

"ما فتحه المسلمون عنوة منه لا يجوز فيها إحداث شيء بالإجماع". [18]

(ترجمہ): جس شہر کو مسلمانوں نے بزور شمشیر فتح کیا ہو ان علاقوں میں غیر مسلم معابد کی تعمیر بالاجماع ناجائز ہے۔

ممانعت کے قائلین یہ فقہاء اس معاہدے کو بطورِ دلیل پیش کرتے ہیں جو شروطِ عمریہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور شام کے عیسائیوں کے مابین ہوا بلکہ مذکورہ معاہدہ ان کے بنیادی دلائل میں سے ہے۔ اس معاہدے کی اہمیت کے پیش نظر ذیل میں اسے نقل کیا جاتا ہے۔

"بسم الله الرحمن الرحيم هذا كتاب لعبد الله عمر أمير المؤمنين من نصارى مدينة كذا وكذا إنكم لما قدمتم علينا سألناكم الأمان لأنفسنا وذرارينا وأموالنا وأهل ملتنا وشرطنا لكم على أنفسنا أن لا نحدث في مدينتنا ولا فيما حولها ديرا ولا كنيسة ولا قلايد ولا صومعة راهب ولا نجدد ما خرب منها ولا نحيي ما كان منها في خطط المسلمين. فلما أتي به إلى عمر رضى الله عنه زاد فيه وأن لا نضرب أحدا من المسلمين شرطنا لهم ذلك على أنفسنا وأهل ملتنا وقبلنا منهم الأمان فإن نحن خالفنا شيئا مما شرطناه لكم فضمناه على أنفسنا فلا ذمة لنا وقد حل لكم ما يحل لكم من أهل المعاندة والشقاوة".٣

(ترجمہ): یہ معاہدہ اللہ کے بندے امیر المؤمنین عمر بن خطابؓ کی طرف سے فلاں فلاں شہر کو عطا کیا گیا۔ ہم تم سے اپنی جانوں، اپنے بچوں، اپنے اموال اور اپنے مذہب کے لیے امان طلب کرتے ہیں اور ہم اپنے اوپر یہ شرط عائد کرتے ہیں کہ ہم اپنے شہروں کے اندر اور شہروں کے ارد گرد کوئی کنیسہ، کوئی عبادت گاہ یا کسی راہب کے لیے کوئی حجرہ تعمیر نہیں کریں گے اور پہلے معابد میں سے جو خراب ہو جائے، جب یہ معاہدہ حضرت عمرؓ کے پاس لایا گیا تو آپؓ

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 2 | Issue 2 |Jan-June 2019
DOI: 10.33195/uochjrs-v2i(4)1212019

نے اس میں یہ الفاظ بڑھادیے"ہم مسلمانوں کو کوئی تکلیف نہیں پہنچائیں گے ہم نے یہ شرطیں خود اپنے اوپر عائد کی ہیں اور ان شرطوں پر ان سے (مسلمانوں سے) امان قبول کی ہے اگر ہم ان شرطوں کی خلاف ورزی کریں تو اس کی ذمہ داری ہم پر ہے۔" اس کا ہم پر کوئی ذمہ نہیں ہے اور پھر تمھارے ساتھ دشمنوں کا سا سلوک کیا جائے گا۔

مذکورہ فقہاء کا کہنا ہے کہ اس معاہدے کی رو سے نہ صرف یہ کہ نئے معابد تعمیر نہیں ہوں گے بلکہ پہلے سے موجود معابد بھی آہستہ آہستہ ختم ہو جائیں گے، اس لیے کہ ان کی تجدید و مرمت پر پابندی تسلیم کی گئی ہے۔
اسی طرح حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے اس فرمان کو بھی بطورِ دلیل پیش کیا جاتا ہے جس میں آپ سے یہ سوال کیا گیا تھا کہ کیا غیر مسلم اسلامی ممالک میں اپنا عبادت خانہ تعمیر کر سکتے ہیں۔ تو حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا جواب یہ تھا:

"أيمامصر مصرته العرب فليس للعجم أن يبنوا فيه بناء أو قال بيعة."

(ترجمہ): جو شہر مسلمانوں نے آباد کیے ہوں وہاں عجمیوں کو کسی تعمیر کی اجازت نہیں(یا آپ نے یہ فرمایا) بیعہ کی تعمیر کی اجازت نہیں۔

ممانعت کے قائلین فقہاء کا مؤقف یہ ہے کہ اسلامی سلطنت کی سر زمین مسلمانوں کی ملکیت ہے، لہذا اسے کفار کے عبادت خانوں کی تعمیر کے لیے دے دینا کسی طرح درست نہیں۔

اس مؤقف کے بر خلاف ابو حنیفہ کا مؤقف اور مالکیہ کا ایک قول یہ ہے کہ اسلامی سلطنت میں غیر مسلموں کے معابد کی گنجائش موجود ہے۔ امام ابو حنیفہ کے قول کی تفصیل یہ ہے کہ آپ نے اسلامی ریاست کے ان دیہاتوں میں معابد کے تحفظ کی اجازت دی ہے جن کی اکثر آبادی غیر مسلم اقوام پر مشتمل ہو۔ امام ابو حنیفہؒ کا کہنا یہ ہے کہ چونکہ ان دیہاتوں کی تہذیبی تشکیل میں کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ اسی طرح ان کی اکثریتی آبادی غیر مسلموں پر مشتمل ہونے کی وجہ سے وہاں مسلمانوں کی توہین و استخفاف کا کوئی پہلو نہیں نکلتا۔ لہذا ایسے دیہاتوں میں غیر مسلموں کو معابد کی اجازت دی جا سکتی ہے۔[19]

مالکیہ میں سے ابن قاسم مالکیؒ نے زیر نظر مسئلہ کو مسلم حکمران کی اجازت سے مشروط کیا ہے کہ اگر حکمران وقت مصلحت کے تحت تعمیر معابد کی اجازت دینا چاہے تو وہ ایسا کر سکتا ہے۔[20]

مصالحتی مفتوحہ علاقوں کا حکم

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 2 | Issue 2 |Jan-June 2019
DOI: 10.33195/uochjrs-v2i(4)1212019

ایسے علاقے جو صلح کے ساتھ اسلامی سلطنت کے زیر نگین آئے ہوں ان کا اجمالی حکم یہ ہے کہ ان کے اور مسلمانوں کے مابین قانونا وہ معاہدہ ہو گا جس کی رو سے انھوں نے مملکت اسلامیہ کی ماتحتی قبول کی ہے۔ ابن عباسؓ کا فرمان ہے۔

"وللعجم على العرب أن يوفوا بعهدهم ولا يكلفوهم فوق طاقتهم". [21]

(ترجمہ): عجمیوں کا عرب پر یہ حق ہے کہ عرب اہل عجم کے ساتھ کیے گئے

عہد کو پورا کریں اور انھیں استطاعت سے زیادہ تکلیف نہ دیں۔

حنابلہ کا کہنا ہے کہ ان کو ایسی بستی میں عبادت خانے تعمیر کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی جو اسلامی ریاست کے زیر نگین ہوں۔ [22]

احناف اور مالکیہ کی دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجران سے جو صلح کی تھی اس میں اہل نجران کو معابد کی تعمیر سے منع نہیں کیا گیا تھا۔ ان کی دوسری دلیل یہ ہے کہ جب زمین پر ان کا قبضہ تسلیم کیا گیا ہے تو وہ جس طرح چاہیں اس میں تصرف کرسکتے ہیں۔

حنابلہ کی دلیل وہ عمومی روایات ہیں جن میں غیر مسلم معابد کی تعمیر سے منع کیا گیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ تعمیر معابد سے ممانعت کی روایات مطلق ہیں، ان میں بلاد صلح یا بلاد عنوہ کی کوئی تعیین نہیں ہے، لہذا پوری مملکت اسلامیہ اس حکم میں داخل ہے، وہاں تعمیر معابد کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ اسی طرح حنابلہ کا یہ بھی مؤقف ہے کہ مفتوحہ علاقہ ارض اسلام کے ماتحت ہونے کی وجہ سے سلطنت اسلامیہ میں شامل ہے۔ وہاں پر قابل عمل قانون اسلام کا ہی ہو گا [23]

فقہاء کرام کے ان گروہوں کا اسلامی ریاست میں نئے معابد کی تعمیر کے حوالے سے بھی یہی موقف ہے کہ جن فقہاء کے ہاں اسلامی ریاست میں معابد کے باقی رکھنے کی گنجائش موجود ہے، ان کے ہاں نئے معابد کی تعمیر کی بھی اجازت ہے، جبکہ جن کے ہاں ملت اسلامیہ میں معابد کے وجود کی اجازت نہیں، ان کے ہاں نئے معابد کی تعمیر بھی درست نہیں [24]

زیر بحث مسئلہ میں شرعی نصوص اور مختلف مکاتب فکر کے فقہاء کی متنوع آراء کو سامنے رکھتے ہوئے عصر حاضر میں مسلم ممالک اور ریاستوں میں غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کے حوالے سے ایک معتدل نقطۂ نگاہ تک پہنچا جاسکتا ہے۔ اس سلسلہ میں درج ذیل نکات لائق توجہ ہیں۔

مفتوحہ علاقوں میں غیر مسلموں کے معابد کے حوالے سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طرزِ عمل یہ ہے

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 2 | Issue 2 |Jan-June 2019
DOI: 10.33195/uochjrs-v2i(4)1212019

کہ انھوں نے کہیں بھی ان عبادت گاہوں کو منہدم نہیں کیا بلکہ ان کو باقی رہنے دیا اور مختلف مذاہب کے پیروکاروں کو اپنے اپنے عبادت خانوں میں پرستش کرنے کی اجازت دی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی ریاست سے اہل کفر کے معابد کا کلی استیصال کوئی شرعی مطالبہ نہیں، ورنہ انھیں مسمار کر دیا جاتا جبکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایسا نہیں کیا، بلکہ بعض مقامات پر جو معاہدے ہوئے ان میں صراحتاً یہ لکھا گیا کہ غیر مسلموں کے عبادت خانوں کی حفاظت کی جائے گی جیسا کہ سیدنا خالد بن ولید نے اہل دمشق کو اپنے امان نامہ میں لکھ کر دیا تھا۔

اب یہاں قدرتی طور پر یہ اُبھر کر سامنے آتا ہے کہ جب ان کی عبادت گاہوں کا تحفظ کیا جا سکتا ہے تو معابد کی تعمیر کی اجازت دینے میں کیا امر مانع رہ جاتا ہے؟ جبکہ اس ممانعت پر کوئی صریح دلیل بھی موجود نہیں۔

(1) اسلامی ریاست میں نئے معابد کی اجازت نہ ہونے پر جو استدلال کیا جاتا ہے، اس کے حق میں بنیادی اور نمایاں دلیل کے طور پر "شروطِ عمریہ" کو پیش کیا جاتا ہے، جس کے مطابق غیر مسلموں نے نئے معابد کی تعمیر یا پرانے معابد کی تجدید و مرمت نہ کرنے کا عہد کیا تھا۔ اس ضمن میں چند امور خصوصیت سے قابل غور ہیں۔

(2) یہ معاہدہ خود غیر مسلموں نے اپنی رضامندی سے کیا اور اپنے اوپر پابندیاں عائد کیں جنھیں حضرت عمرؓ نے قبول کر لیا، ایسا نہیں کیا کہ سیدنا عمرؓ نے کسی نص شرعی کی بنیاد پر یہ شرط از خود لگائی ہو لہذا اسے شرعی حکم قرار دینا محل نظر ہے۔

(3) عہد فاروقی میں اور فتوحات بھی ہوئی ہیں لیکن کسی دوسرے علاقے میں ایسا کوئی معاہدہ نہیں ملتا کہ اس میں بھی مسلمانوں کی طرف سے یہ پابندی لگائی گئی ہو بلکہ اس کے برعکس غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کے تحفظ کا یقین دلایا گیا جیسا کہ اوپر سیدنا خالد بن ولید کے معاہدے کا ذکر ہوا واضح رہے کہ یہ معاہدہ ۱۵ھ میں بعہد فاروقی ہوا تھا۔

اس سے مترشح ہوتا ہے کہ صحابہ کرام اور خود سیدنا عمر رضی اللہ عنہما اسے کوئی شرعی حکم نہیں سمجھتے تھے کہ اسلامی سلطنت میں غیر مسلموں کے معابد کی تعمیر ناجائز ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو پھر باقاعدہ یہ حکم جاری کیا جاتا کہ کسی بھی مقام پر غیر مسلموں کو اپنی عبادت گاہیں بنانے کی اجازت نہیں، لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا۔

(4) پھر یہ امر بھی ذہن نشین رہنا چاہیے کہ صحابہ کرامؓ کے اجتہادات کی حیثیت دائمی نہیں کہ قیامت تک ان کی پابندی لازم ہو بلکہ حالات و واقعات کے تغیر کی بنا پر شرعی نصوص کی روشنی میں اس سے مختلف نقطۂ نگاہ بھی اپنایا جا سکتا ہے، اس کی تفصیل، قول صحابیؓ کی حجیت کے زیر عنوان ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ اجماع صحابہؓ، اصول فقہ کی کتابوں میں البتہ حجت ہے، لیکن مسئلہ زیر بحث پر ایسے کئی اجماع کا ثبوت موجود نہیں۔

(5) بعض فقہاء نے اس بات پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے کہ غیر مسلموں کو مسلم مملکت میں تعمیر معابد کی اجازت

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 2 | Issue 2 |Jan-June 2019
DOI: 10.33195/uochjrs-v2i(4)1212019

نہیں لیکن اس دعوے کی کوئی قوی دلیل پیش نہیں کی گئی، اس کے برعکس متعدد کبار ائمہ وفقہاء نے اس امر کی اجازت دی ہے جیسا کہ گزشتہ بحث میں بیان کیا جا چکا ہے۔

(6) ارباب فقہ واجتہاد کے دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل اس مسئلہ میں مصلحت مسلمین ہے اور اس کا فیصلہ خلیفہ سربراہِ ریاست پر ہے کہ وہ ارباب حل وعقد سے مشاورت کے بعد کسے مناسب خیال کرتا ہے، اس مسئلہ میں کسی واضح نص کی عدم موجودگی اور صحابہ سے لے کر فقہاء و مجتہدین تک کی آراء کا تنوع اسی امر کی تائید کرتا ہے لہذا مسلمانوں کے ارباب اختیار اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کو ان کے عبادت خانے باقی رکھنے، ان کی تجدید کرنے اور نئے تعمیر کرنے کی اجازت دے سکتے ہیں۔ اس کی کوئی شرعی ممانعت نہیں بلکہ شریعت کی عمومی تعلیمات کو دیکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ اسلام کو اصلاً غیر مسلموں کی عبادت گاہوں پر کوئی اعتراض نہیں اور وہ انھیں مسمار کرنے کے حق میں نہیں گویا جنگ وجہاد کی اجازت میں یہ حکمت پنہاں ہے کہ اس سے عبادت گاہوں کا تحفظ ہوتا ہے، انھیں منہدم کرنا اسلام کا مقصود و منشا نہیں، یہ بات البتہ دوسری ہے کہ الحاد ولادینیت اور کفر وشرک پر مبنی اجتماعی، سیاسی و معاشی نظاموں کی بالادستی اسلام کو کسی طور گوارا نہیں۔ لیکن کسی بھی مذہب کے ماننے والوں کے اپنے ذاتی عقائد و نظریات رکھنے اور مراسم عبودیت کو بجالانے میں اسے کوئی اعتراض نہیں، جس پر پوری اسلامی تاریخ گواہ ہے۔

عصری تناظر میں اقوام متحدہ کے چارٹر کی روشنی میں مذہبی آزادی اور فقہ السیرۃ

کسی بھی معاشرے میں بسنے والے مختلف افراد اور گروہوں کی حیثیت کی تعیین اور ان کے شہری و سیاسی حقوق کے تعین کے ضمن میں عمومی معاشرتی رویوں کے ساتھ ساتھ آئینی اور قانونی تصورات بھی بنیادی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ اسلامی ریاست میں بسنے والی غیر مسلم عوام کے متعلق ہمارے قدیم فقہاء کا تصور یہ تھا کہ وہ اہلِ ذمہ ہیں، جن کے حقوق کا تعین اسلامی قانون کرتا ہے اور ان کی جان ومال اور مذہب کو از روئے معاہدہ تحفظ حاصل ہوتا ہے۔ اسی طرح اسلامی ریاست کے حوالے سے ہمارے کلاسیکی فقہاء کے ہاں دارالاسلام اور غیر اسلامی ریاست کے لیے دارالحرب جیسی اصطلاحات مستعمل تھیں، لیکن جدید دور میں معاشرتی اور سماجی تبدیلیوں نے معاملے کی نوعیت کو بالکل تبدیل کر دیا ہے۔ ان تبدیلیوں میں دو تبدیلیاں بطور خاص قابل ذکر ہیں، ایک بڑے پیمانے پر انتقالِ آبادی اور دوسرے شہری حقوق کا جدید سیاسی تصور، ان تبدیلیوں کی وجہ سے اب قومی ریاستیں اور جمہوری معاشرے وجود میں آچکے ہیں۔ جدید جمہوری ریاستوں میں اہلِ ذمہ و معاہد جیسی اصطلاحات عملاً بے معنیٰ ہو کر رہ گئی ہیں۔ مزید یہ کہ عصر حاضر کے معاشروں میں شہریت کا تصور اس کلاسیکی تصور سے یکسر مختلف ہے۔ ان ریاستوں میں سیاسی اور قانونی حقوق میں کسی مذہبی امتیاز کے بغیر تمام شہری یکساں حیثیت رکھتے ہیں۔ دورِ حاضر کی ان قومی

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 2 | Issue 2 |Jan-June 2019
DOI: 10.33195/uochjrs-v2i(4)1212019

ریاستوں کی حدود و عمل اور قانونی ڈھانچہ کی تشکیل میں بین الاقوامی معاہدات کا بنیادی کردار ہے۔ ان معاہدات میں بالخصوص اقوامِ متحدہ کے مختلف ڈیکلریشن بطورِ خاص اہمیت کے حامل ہیں جن کی رو سے تمام رکن ممالک کو پابند کیا گیا ہے کہ وہ اپنے عوام میں ہر مذہب کے ماننے والوں کو بنیادی آزادیاں دینے کے پابند ہیں جیسا کہ اقوامِ متحدہ کے انسانی حقوق کے چارٹر کی شق ۱۸ اور ۱۹ میں ہر شخص کی رائے کی آزادی، مذہب کی آزادی، مذہب تبدیل کرنے کا حق اور اپنے مذہب کی دعوت و تبلیغ کے حق کو اس کے بنیادی حق کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔ اس ساری صورت حال میں ہمیں دارالاسلام اور دارالحرب سے صرفِ نظر کرتے ہوئے براہِ راست نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم کردہ اسلامی ریاست مدینہ سے بہت واضح رہنمائی ملتی ہے۔ ریاست مدینہ کسی حد تک ایک مخلوط معاشرہ تھا۔ جس میں مختلف مذاہب کے ماننے والے افراد اقامت پذیر تھے۔ یہ ریاست جنگ اور غلبہ کے ذریعے قائم نہیں ہوئی تھی بلکہ قبائل کے ساتھ گفتگو اور مذاکرات کے ذریعے وجود میں آئی تھی۔ یہودی مسلمان اور دیگر غیر مسلم قبائل اس کے باشندے تھے اور میثاقِ مدینہ ایک باہمی معاہدہ کی صورت میں اس ریاست کے دستور کی حیثیت رکھتا تھا جس میں تمام فریقوں کی حدود عمل کا تعین کر دیا گیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم کردہ اس ریاست میں ہر گروہ اپنے اپنے دین و مذہب کے مطابق زندگی بسر کرنے اور اپنے مذہب کے مطابق مراسم عبودیت سرانجام دینے میں آزاد تھا اور سیاسی طور پر یہ تمام گروہ ایک وحدت تھے۔ چنانچہ عصری صورت حال میں ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ سے یہ رہنمائی ملتی ہے کہ ہم دورِ حاضر کی مسلم ریاستوں میں بسنے والے غیر مسلم عوام کو اپنے مذہب کے مطابق زندگی گزارنے کی آزادی دیں۔ وہ اپنے عقیدہ و مذہب کے مطابق مراسم عبودیت سرانجام دینے کا حق رکھتے ہیں۔ وہ اپنی کالونیوں اور بستیوں میں اپنے معابد کی تعمیر اور مذہبی شعائر ادا کرنے کا حق رکھتے ہیں یہی مذہبی آزادی اقوامِ متحدہ کا چارٹر تقاضا کرتا ہے جس کے عملی نظائر ہمیں ریاستِ مدینہ سے ملتے ہیں۔ مزید براں ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ سے ایسے بین الاقوامی معاہدات کو پورا کرنے کا بھی درس ملتا ہے جو ہم نے اپنی آزادی و مرضی سے کیے ہوں۔

البتہ اس ضمن میں ایک نکتہ خصوصیت سے قابلِ ذکر ہے کہ اسلام ہمیں ان معاہدات پر عمل کرنے کی آزادی اور ترغیب دیتا ہے جس کی دفعات خلافِ اسلام نہ ہوں۔ خلافِ اسلام کسی شرط کا ماننا مسلمانوں کے لیے جائز نہیں۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

المسلمون على شروطهم الا شرطا حرم حلالا او أحل حراما[25]

اس صورت حال میں اقوامِ متحدہ کے چارٹر کی دفعہ نمبر ۱۸ اور ۱۹ کا جائزہ لیا جائے تو اس میں جو مذہبی آزادیاں دی گئی ہیں اس میں دین تبدیل کرنے سے لے کر اپنے مذہب کا پرچار کرنے تک کی آزادی بھی شامل ہے۔ اور اس کی رو سے ارتداد کی شرعی سزا، توہینِ رسالت کی سزا، غیر مسلموں کو تبلیغ سے روکنا، قادیانیوں کو غیر مسلم

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 2 | Issue 2 |Jan-June 2019
DOI: 10.33195/uochjrs-v2i(4)1212019

اقلیت قرار دینا سب انسانی حقوق کی خلاف ورزی شمار ہوتے ہیں۔[26]

لہذا یہ اربابِ حل و عقد کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس حوالے سے اپنا کردار ادا کریں اور ایسی تمام شقوں کی نشاندہی کریں اور مسلمان حکومتیں اقوامِ متحدہ کے متعلقہ فورمز پر اپنی آواز پہنچائیں کیونکہ اقوامِ متحدہ کے چارٹر کی رو سے معاہدات کی جن شقوں پر ریاست کو تحفظات ہوں وہ ان تحفظات کا اظہار کر کے خود کو ان پر عمل سے مبرا کر سکتے ہیں۔ مزید یہ کہ اگر مسلمان ان خلافِ شریعت شقوں پر عمل نہیں کر سکتے تو متعلقہ فورمز پر اس حوالے سے اپنا پیغام ضرور پہنچانا چاہیے۔ کسی بھی دوسرے فریق کو اسکی اطلاع دیے بغیر شرط کی خلاف ورزی مناسب عمل نہیں ہاں! اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کی مذہبی آزادی کے حوالے سے جو نظائر ہمیں ریاستِ مدینہ سے ملتی ہیں ان کی روشنی میں ہمیں کھلے دل سے غیر مسلموں کو یہ مراعات دینی چاہییں اور موجودہ معاشرے اور سماج میں ہونے والی تبدیلیوں کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے۔

پاکستان میں مذہبی آزادی کی صورتِ حال، دستوری پہلو اور ان کے حل کے لیے تجاویز:

ہماری بحث کا سب سے اہم پہلو یہ ہے کہ اس سارے قضیے میں پاکستان میں غیر مسلموں کے معابد کی تعمیر اور ان کی مذہبی آزادی کے لیے ہمیں کن کن اصولوں پر عمل پیرا ہونا چاہیے۔ کیونکہ جمہور علمائے پاکستان، پاکستان کو اسلامی ریاست سمجھتے ہیں اور اس کے آئین کو اسلامی دستور قرار دیتے ہیں۔ یہاں غالب آبادی مسلمان ہے جنہوں نے باہمی معاہدے کے ذریعے یہ بھی طے کیا ہوا ہے کہ ان کا سربراہ مسلمان ہو گا۔ یہاں غلبہ اور حکومت بھی مسلمانوں کا ہے۔ ۱۹۴۹ء میں پہلی دستور ساز اسمبلی سے قراردادِ مقاصد منظور کی گئی ہے جس کی رو سے یہ طے پایا کہ پاکستان میں اسلامی قانون کو بالادستی حاصل ہو گی۔ ۱۹۵۲ء میں پاکستان کے تمام مکاتبِ فکر کے جید علمائے کرام نے دستورِ کی اسلامی حیثیت ماننے کے لیے بائیس نکات دیے۔ ان تمام نکات کو سامنے رکھتے ہوئے اس امر پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ پاکستان میں غیر مسلموں کی مذہبی آزادی کے حوالے سے ہمیں اسلامی قانون اور سیرتِ طیبہ سے کیا راہنمائی ملتی ہے۔

اس سوال کے جواب میں ہمارے سامنے ایک پہلو تو روایتی فقہاء کے نقطہ نظر کا ہے جن کے یہاں دارالاسلام کا جو تصور ہے اور اس میں غیر مسلموں کی مذہبی آزادی کے حوالے سے جو اصول اور قوانین ہیں ہم انھی پر عمل پیرا ہوں۔ جبکہ دوسرا اہم پہلو یہ ہے کہ ہم کلاسیکی فقہاء کے اس نکتہ نظر سے استفادہ کرنے کے ساتھ ساتھ موجودہ جمہوری اور قومی ریاستوں کے ڈھانچے کو سامنے رکھتے ہوئے سیرت طیبہ اور اسلامی لٹریچر سے راہنمائی حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 2 | Issue 2 |Jan-June 2019
DOI: 10.33195/uochjrs-v2i(4)1212019

بالخصوص پاکستان کے سماجی ڈھانچے کے تصور کے ضمن میں ہمیں بطور خاص موجودہ معاشرتی صورتحال کو سامنے رکھنا چاہیے کہ موجودہ معاشروں میں بالعموم اور پاکستانی معاشرے میں بالخصوص غیر مسلم عوام مسلمانوں کے ساتھ بہت حد تک مساوی درجے کے شہری حقوق رکھتی ہے جیسا کہ مفتی منیب الرحمان صاحب نے اپنے ایک کالم میں اہلِ ذمہ کی اصطلاح کے حوالے سے لکھا ہے کہ:

> ہم بارہا کہہ چکے ہیں کہ ہماری قانونی و سیاسی اصطلاحات اور روزمرہ محاورے میں لفظ اقلیت کے استعمال کو ترک کر دیا جائے او تمام غیر مسلموں کو سیاسی درجے کا پاکستانی شہری تسلیم کیا جائے۔[27]

چنانچہ زیرِ بحث مسئلہ میں ہمیں بطورِ خاص اس پہلو پر توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ یہاں غیر مسلم عوام کی حیثیت اہلِ ذمہ کی نہیں ہے۔ پاکستان ایک طویل جدوجہد آزادی کے بعد معرضِ وجود میں آنے والا ملک ہے۔ اس جدوجہد آزادی میں مسلمانوں کے ساتھ ساتھ ہندو، سکھ، پارسی اور دیگر غیر مسلم اقوام بھی شریک تھیں۔ قیامِ پاکستان کے بعد دستورِ پاکستان کی صورت میں ہمارے درمیان ایک سماجی معاہدہ بھی تشکیل پاچکا ہے۔ اس لیے جو غیر مسلم حلقے دستورِ پاکستان کو تسلیم کرتے ہیں اور ان کی پابندی کا عہد کرتے ہیں۔ ان کے حقوق کی پاسداری کرنا ہماری قومی اور شرعی ذمہ داری ہے بالخصوص بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح کی گیارہ اگست ۱۹۴۷ء کی تقریر بھی غیر مسلم عوام کے حقوق اور مذہبی آزادی کے حوالے سے انتہائی اہم دستاویز ہے۔ جس میں انھوں نے اس ملک کی غیر مسلم اقلیتوں کو اس بات کا یقین دلایا تھا کہ ان کے مذہبی و سیاسی حقوق پوری طرح محفوظ ہوں گے اور ریاستِ پاکستان اس ضمن میں کوئی جانبدارانہ رویہ اختیار نہیں کرے گی، چنانچہ اس یقین دہانی کے بعد یہ بات بطورِ خاص اہمیت کی حامل ہے کہ پاکستان میں غیر مسلموں کے ساتھ بانیانِ پاکستان نے جن مذہبی و سیاسی حقوق کا وعدہ کیا تھا وہ اس کا استحقاق رکھتے ہیں۔ ریاستِ مدینہ کی پالیسیوں، دستور او رآپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مطہرہ سے یہی مستفاد ہوتا ہے کہ حکومتِ وقت نے جن امور پر معاہد کیا ہو اسے پورا کرنا چاہیے۔ انہی امور کے پیشِ نظر ہی ملکِ عزیز میں غیر مسلم عوام کو اپنے دین و مذہب پر عمل پیرا ہونے، اپنے معابد تعمیر کرنے اور مراسم عبودیت بجالانے کی آزادی میسر ہے۔ اس ضمن میں ہمارا دستور و قانون اور ہماری سیاسی قیادت روزِ اول سے انتہائی واضح موقف رکھتے ہیں۔ البتہ ہمارے ہاں معاشرتی سطح پر اس معاملے میں کئی الجھنیں پائی جاتی ہیں۔ اس سطح پر ہمارے ہاں آج بھی یہ بحث جاری ہے کہ پاکستان اسلامی ریاست ہے؟ قومی ریاست ہے؟ اسلامی جمہوریہ ہے یا دارالاسلام ہے؟[28] علاوہ ازیں یہاں کے غیر مسلموں کے حوالے سے معاہدین، اہل ذمہ اور اہل صلح ایسی فقہی اصطلاحات کی مدد سے ان کی قانونی حیثیت کا تعین کرنے کی کوشش کی جاتی ہے[29] ان مشکلات کی وجہ سے غیر

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 2 | Issue 2 |Jan-June 2019
DOI: 10.33195/uochjrs-v2i(4)1212019

مسلموں کی مذہبی آزادی اور ان کے حقوق کے حوالے سے صورت حال نکھر کر سامنے نہیں آتی۔

ان تمام مشکلات کا حل یہ ہے کہ اربابِ حل و عقد اس مسئلہ میں ملک و ملت کی راہنمائی فرمائیں ۔ دارالاسلام، دارالحرب، اہلِ ذمہ و دیگر اصطلاحات میں الجھنے کی بجائے پاکستانی معاشرہ کی حقیقی صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اور ریاستِ مدینہ سے اصول اور ہدایات اخذ کریں جو ہماری فکری راہنمائی کے لیے سرچشمہ ہدایت ہے۔

گزشتہ سطور کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اولین طور پر جو ریاست قائم فرمائی اس میں غیر مسلموں کو مکمل مذہبی آزادی حاصل تھی، قیام ریاست کے بعد بھی کئی ایک اقوام معاہدہ صلح کے ذریعے اسلامی ریاست کا حصہ بنیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی ہر طرح کی مذہبی آزادی کی یقین دہانی کروائی اور اس حوالے سے تمام جزئیات معاہدہ صلح میں تحریر کی گئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین نے بھی مذہبی رواداری پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پالیسی کو جاری رکھا اور اسلامی ریاست کا حصہ بننے والے تمام قبائل کو مذہبی آزادی دی گئی۔ ریاست مدینہ کی اس پالیسی کو ہر دور کی اسلامی حکومتوں نے اپنے ممالک میں نافذ کیا، اموی، عباسی اور عثمانی عہد میں امور سلطنت پذیر ہونے کی بنا پر فقہاء نے اس حوالے سے اسلامی ریاست اور سلطنت کو مختلف حیثیات میں تقسیم کیا ہے تاکہ صورت حال کی تبدیلی کی بنا پر احکام میں آنے والے فرق کو پیش نظر رکھا جا سکے عصر حاضر میں قدیم فقہاء کی ذکر کردہ اس تقسیم سے قدرے مختلف صورتحال کا سامنا ہے اب اس تقسیم سے قدرے مختلف معاشرے وجود میں آرہے ہیں چنانچہ اس تقسیم اور موجودہ معروضی حالات کو سامنے رکھتے ہوئے ریاست مدینہ سے ہمیں یہی راہنمائی ملتی ہے کہ ایک ملک میں رہنے والے مختلف مذاہب کو ماننے والے لوگ اپنے اپنے مذہب کے مطابق زندگی گزارنے کا حق رکھتے ہیں۔ اور اس میں ان کے مراسم عبودیت کی ادائیگی سے لے کر تعمیر معابد تک کی آزادی شامل ہے۔

حواشی وحوالہ جات

1. ابن هشام، عبد الملك، السيرة النبوية، مطبعة مصطفى البابي الحلبي ،مصر ،503/1 ۔
2. أيضا
3. أبوعبيد، قاسم بن سلام، كتاب الأموال،دارالفكر ،بيروت، ص294 ۔
4. البيهقي ،أبو بكر، دلائل النبوة ومعرفة أحوال صاحب الشريعة، دارالكتب العلمية، بيروت، 389/5۔
5. البقرة:256
6. ابن القيم الجوزيه، محمد بن أبى بكر، أحكام اہلِ الذمه:۲/۶۴، رمادى للنشر، الدمام،

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 2 | Issue 2 |Jan-June 2019
DOI: 10.33195/uochjrs-v2i(4)1212019

سعودی عرب،1997۔

7. أبو يوسف ،يعقوب بن ابراہيم، كتاب الخراج: ۱۴۲،دار احياء التراث العربی، بيروت،140ھ

8. كتاب الخراج: ۱۴۶

9. كتاب الخراج: ۱۴۵

10. البلاذری ، أحمد بن يحيى ،فتوح البلدان، مكتبة الهلال ، بيروت، 1988، ص: ۱۲۶۔

11. فتوح البلدان: ۳۲۶

12. فتوح البلدان: ۲۳۶

13. ڈاکٹر محمد حمید اللہ، سیاسی وثیقہ جات، ابو یحی امام خان نوشہروی، مجلس ترقی ادب لاہور، 1960: ۲۶۵۔

14. أيضاً: ۳۱۴

15. كاسانی، أبوبكر مسعود، بدائع الصنائع فی ترتيب الشرائع،دارالكتب العلميه، بيروت، لبنان، 1402ھ،۶/ ۱۴۳

16. ابن تيمية ،عبدالحليم، مجموع فتاوی، مجمع الملك فهدد،مدينة منورة، 634/28،

17. السبكی ،تقی الدين ، فتاوی السبكی، دارالمعارف ، بيروت ، لبنان:411/2

18. ابن الهمام، كمال الدين، فتح القدير،، دارالمعارف ، بيروت ، لبنان:59/6

19. السرخسی، محمد بن احمد ، شرح السير الكبير، دارالمعرفه، بيروت ، لبنان253/3،۔

20. مالك بن انس ، المدونه الكبرى: دار الكتب العلميه، بيروت ، لبنان436/3،

21. ابن أبی شيبه ،ابو بكر،مصنف ابن أبی شيبه، ، مكتبة الرشد ، الرياض ح: 2982

22. شہاب الدين الرملی ،محمد بن ابی العباس ،نهاية المحتاج الی شرح المنہاج،دارالفكر، بيروت،لبنان:100/8

23. فتاوی السبكی:375/2

24. بدائع الصنائع:115/7

25. ترمذی، محمد بن عيسى، السنن،أبواب الأحكام، بَابُ مَا ذُكِرَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصُّلْحِ بَيْنَ النَّاسِ، دارالسلام ،الرياض ح:1352، ۔

26. ملاحظہ ہو:انسانی حقوق کا عالمی منشور: شق نمبر ۱۹، ۱۸

27. روزنامہ دنیا: 29-4-2017

28. ناصر، عمار خان، ریاست، معاشرہ اور مذہبی طبقات، ماہنامہ الشریعہ، گوجرانوالا، مارچ، 2013ء

29. غازی، محمود احمد، اسلام کا قانون بین الممالک، ص: 313، شریعہ اکیڈمی، 2014ء

@ 2017 by the author, Licensee University of Chitral, Journal of Religious Studies. This article is an open access article distributed under the terms and conditions of the Creative Commons Attribution (CC BY) (http://creativecommons.org/licenses/by/4.0/).